جناب عبداللہ اصلاحی (ایم اے، ایم ایڈ
ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع گانگھے

اللہ تعالیٰ اور بندے کا باہمی تعلق اقتصادی نقطہ نظر سے

طبعی قوانین جو انسان سمیت پوری کائنات میں رائج ہیں اور معاشرتی قوانین جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے بنائے ہیں دونوں کی پختگی اور نتائج اٹل ہیں۔

یہ امر خصوصی طور پر قابل توجہ ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام جانداروں کی رزق رسانی ہمارے ذمے ہے اور دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کروڑوں انسانوں کو مناسب غذا نہیں ملتی اور قحط میں لاکھوں انسان مرجاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہرذی روح کے لئے سامان رزق کی صلاحیت ودیعت کر دی ہے۔ زمین کی ان صلاحیتوں سے کام لینا ہمارا کام ہے۔ ہم کام ہی نہ لیں تو یہ قصور ہمارا ہے جو وسائل رزق کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے ہیں اور جو تمام بنی نوع انسان کے لئے قدرت نے رکھے ہیں وہ گروہی اجارہ داری، قوموں کی تنگ نظری اور غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے ناکافی نظر آتے ہیں ورنہ وہ نوع انسان کے لئے کافی ہیں۔ صرف ان کی تقسیم کا نظام غیر منصفانہ ہے یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اسے منصفانہ تقسیم کر کے نوع انسانی کو فلاح و بہبود سے ہمکنار کریں۔

جہاں تک حوادث ارضی و سماوی کا تعلق ہے ان کے جملہ اسباب و علل کی تحلیل ابھی تک انسان اپنی تمام ذہنی و فکری ترقی کے باوجود نہیں کر سکا ہے۔ تاہم اس راہ میں فی الوقت کافی پیشرفت ہو چکی ہے۔ سیلاب کے لئے دریاؤں پر پشتے بنائے جا رہے ہیں۔ بارش کے پانی کی کمی دور کرنے کے لئے ٹیوب ویل اور بند کے ذریعے پانی کی وافر مقدار کو ذخیرہ کرنے کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ ان تمام ذرائع سے پیداوار کو بڑھایا جا رہا ہے۔ سمندروں کی تہہ میں جو سامان قدرت نے نوع انسانی کے لئے رکھے ہیں ان پر بھی توجہ ہو رہی ہے۔

پوری کائنات میں غور و فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نظام عالم میں انسان

کو مرکزی حیثیت دے رکھی ہے۔ اللہ نے نوع بشر کو عقل و حکمت عطا کر کے اسے اختیار دیا ہے کہ وہ ساری کائنات میں پھیلے ہوئے اسباب رزق کو بروئے کار لا کر حاصل شدہ رزق کو صحیح طریق پر استعمال کرے۔ اگر تمام قوموں کی مجموعی عقل و حکمت اور تدبیر کو استعمال میں لائیں تو رزق کی کمی دنیا کے کسی خطہ میں بھی نہیں ہو گی۔ کیونکہ ایک کم پیداوار کا خطہ دوسرے شاداب علاقے سے رزق حاصل کر سکتا ہے۔ بلکہ اللہ کی تمام نعمتیں بروئے آیت قرآنی "و ان تعدوا نعمت الله لا تحصوها شمار نہیں ہو سکتیں۔ ان کی صحیح تقسیم کے بعد کوئی قوم محروم نہیں رہ سکتی۔ مگر اس کے لئے لوگوں کے دل خودغرضی، تعصب اور رنگ و نسل پر مبنی برتری اور تفوق سے مبرا ہونا ضروری ہے۔

اللہ ہر جاندار اور ہر انسان کے منہ میں لقمہ نہیں ڈالتا بلکہ اس نے سب کی کامل کفالت کا بندوبست فرما دیا ہے۔ چنانچہ زمین، سورج، ہوا، پانی، بیج وغیرہ سب اللہ نے پیدا کر دیئے لیکن کاشت کر کے غلہ اگانا، آٹا بنانا، روٹی تیار کرنا اور دوسروں کو کھلانا بھی انسان کا کام ہے اور ان وسائل رزق کا استعمال بھی اسی کے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اور بندے کے باہمی تعلق کو سیدنا عمر فاروق خلیفہ دوم کے اس قول سے بخوبی جان سکتے ہیں کہ "میں نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مرجائے" یا پھر بڑھیا کے اس قول سے کہ "عمر خلافت کے قابل نہیں اگر اسے میری حالت کا علم نہیں" اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عمر فاروق کو ذاتی طور پر ہر شخص سے واسطہ ہو یا ہر شخص کو وہ اپنے ہاتھ سے خوراک فراہم کریں اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایسا نظام قائم ہو جس میں کسی کی حاجت یا جائز ضرورت رکی نہ رہے ہر ایک کو اس عادلانہ نظام کا مساوی حصہ و منصفانہ فائدہ پہنچے، کوئی ضروریات زندگی سے محروم نہ ہو۔ اللہ کی رزاقیت کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے رزق کے جملہ اسباب وسائل مہیا کر دیئے ہیں لیکن ان سے کام لینا فائدہ اٹھانا اور دوسروں کو پہنچانا ہمارا کام ہے۔

ہم روزمرہ زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ چوری چکاری، ڈکیتی، ظلم اور برائی تمام دنیا میں جاری ہے۔ جس کے نتیجے میں ہر طرف شر ہی شر نظر آتا ہے۔ حالانکہ اللہ نے ہمیں خیر کا حکم دیا ہے لیکن ہمیں خیر پر مجبور نہیں کیا۔ اگر ہم اپنے ارادے کا غلط استعمال کرتے ہوئے خیر سے اجتناب کریں اور

شر کی طرف رغبت کریں تو اس کے نتیجے میں شر پیدا ہو گا۔

اصل بات یہ ہے کہ عالم میں اسباب و علل اور ان کے نتائج کا جو جال بچھا ہوا ہے وہ سب کا سب اللہ کا پیدا کردہ ہے اسی وجہ سے اللہ نے دنیا کے امور کی حرکت و سکون یا خیر و شر کو اپنی طرف منسوب کیا ہے لیکن قدرت نے ہمیں اختیار دے رکھا ہے کہ ہم خیر کی طرف جائیں یا شر کو اختیار کریں۔ آگ جلاتی ہے، تلوار کاٹتی ہے، پانی میں روانی ہے۔ یہ سب خیر ہی خیر ہے اگر یہ چیزیں اپنا کام نہ کریں تو دنیا کا نظام خلط ملط ہو جائے لیکن اگر ان کا انسان غلط استعمال کرے تو شر پیدا ہو گا۔ لہٰذا دنیا میں تمام قسم کے فتنہ فساد اور خرابی صرف آزادی عمل کے غلط استعمال سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ البتہ اس سے وہ آفات سماوی و ارضی مستثنیٰ ہیں جن پر انسان کو کوئی قدرت حاصل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ سب کچھ اسی کے حکم سے ہوتا ہے اس سے مراد قدرت کا وہ قانون ہے جو پوری کائنات اور انسانوں میں جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل اور اس کا ایک نتیجہ متعین کر رکھا ہے کہ انسان کو ارادہ عمل کی آزادی دی ہے لیکن کسی عمل کا نتیجہ انسان اپنی مرضی سے مرتب نہیں کر سکتا۔ اعمال کے نتائج صرف وہی مرتب ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہیں۔ سوائے اس کے کہ کسی عمل کے نتیجہ کو اللہ خرق عادت کے طور پر اپنی خصوصی قدرت کو بروئے کار لاتے ہوئے ظہور ہونے سے روک دے لیکن ایسا الشاذ کالمعدوم کی مانند ہے اللہ تعالیٰ کے اختیار کے معنی ہیں کہ نہ تو اعمال کے نتائج مرتب ہونے میں انسان کو کوئی دخل ہے نہ نتائج کو بدلنے کی انسان قدرت رکھتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو قوانین الہیہ معطل اور بے معنی نظر آنے لگیں گے۔ لہٰذا عقل کا بھی تقاضا یہ دکھائی دیتا ہے کہ نتائج اعمال انسانی دسترس سے باہر ہو۔

انسان اپنے مختلف رشتوں کی بنا پر دوسرے انسانوں سے مختلف نوعیت کے تعلقات قائم کرتا ہے۔ وہ محبت اور نفرت کا تعلق حق و باطل کی بنیاد پر قائم نہیں کرتا بلکہ اپنی شہوات و خواہشات یا تعلقداری کی بنیاد پر کرتا ہے اور اپنی نادانی میں اسی طرح کا معاملہ وہ اللہ کا بھی خیال کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا تعلق نوع انسانی سے عدل و انصاف کی بنیاد پر قائم ہے اس کا تعلق اس کے قوانین طبعی و اخلاقی کے مطابق ہے۔ سب سے عادلانہ سلوک کرتا ہے۔ اسے کسی انسان سے اس کی ذاتی حیثیت میں نہ محبت ہے نہ نفرت بلکہ اسے صرف خیر و نیکی سے محبت ہے۔ اسی طرح شر اور بدی سے نفرت۔ جس انسان میں جتنی خیر و نیکی اور قانون الٰہی کا احترام ہو گا اتنا ہی وہ اچھا ہے اور جس میں جتنا شر اور

قانون خداوندی سے سرکشی ہے اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے۔

آج اگر ہمیں اقوام مغرب خوش حال نظر آتے ہیں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ذہنی صلاحیتوں سے کام لے کر کامیابی کی راہیں طے کیں اور مسلمان تمام شعبہ ہائے زندگی میں پیچھے ہیں تو اس لئے کہ ہم نے قدرت کے اخلاقی اور معاشرتی قوانین سے روگردانی کے ساتھ طبعی قوانین کی بھی خلاف ورزی ہی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ اقوام مغرب سے اللہ کو کچھ محبت نہیں اور نہ ہی مسلمانوں سے کوئی عداوت ہے۔ یہ تو اپنا اپنا عمل ہے اور اس کے تحت ہر کسی کا نتیجہ عمل مرتب ہوتا ہے۔

اللہ اور بندے کا تعلق اتنا ہی ہے کہ اس نے اپنی فیضان رحمت سے ایسا مزاج عالم بنایا ہے کہ انسان اگر اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق عمل کرے تو اسے اس کے لئے خوشحالی اور اطمینان حاصل ہو گا اور اگر اس کے قائم کردہ مزاج عالم کے خلاف کیا جائے تو اسباب عیش کی فراوانی اور نت نئے اسباب راحت کے باوجود فتنہ و فساد اور بے اطمینانی کا دور دورہ ہو گا۔ آج مسلمانوں پر خصوصاً خوف و ہراس کا جو بادل چھایا ہوا ہے وہ احکام خداوندی کے خلاف ان کے عمومی کردار کا نتیجہ ہے۔

آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اور سچا مسلمان بنا دے اور قرآن و سنت کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے کی توفیق خیر دے۔ آمین